(۱۵)

(فرمودہ ۱۴۔ اپریل ۱۹۲۶ء بمقام باغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ قادیان)

بسا اوقات دنیا میں انسان اپنی صحیح حالت کا اندازہ لگانے سے قاصر رہ جاتا ہے۔ بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ ایک انسان ترقی کی طرف جا رہا ہوتا ہے' کامیابی کی طرف چل رہا ہوتا ہے اور فتح و ظفر کی طرف قدم مار رہا ہوتا ہے لیکن خیال یہ کرتا ہے کہ میں ناکام ہو رہا ہوں شکست کھا رہا ہوں۔ اور بہت دفعہ دیکھا گیا ہے انسان یہ خیال کرتا ہے کہ میں کامیاب ہو رہا ہوں' ترقی کی طرف جا رہا ہوں اور فتح و ظفر کی طرف قدم مار رہا ہوں لیکن در حقیقت وہ ناکام ہو رہا ہوتا ہے اور شکست کے سامان اس کے لئے پیدا ہو رہے ہوتے ہیں۔[1] اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات انسان کامیابی کے سرے پر پہنچ کر پھر ہمت ہار دیتا ہے اور اس دھوکا کی وجہ سے جو اس کے نفس کو لگا ہوتا ہے کہ شکست کھا رہا ہوں واقعہ میں وہ شکست کھا جاتا ہے اور اسی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جن کے لئے تباہی کے سامان ہو رہے ہوتے ہیں وہ اندھا دُھند چلے جاتے ہیں اور بغیر علاج کئے موت کے منہ میں جا پڑتے اور اپنے فریب میں آپ ہی اُلجھ جاتے ہیں اس لئے انسان کی صحیح حالت کا اندازہ ضروری ہوتا ہے اور صحیح اندازہ ہی اس کی ترقی میں بہت بڑا مُمِدّ ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی اپنے متعلق صحیح اندازہ نہیں لگاتا تو بسا اوقات کامیابی اس کے ہاتھ میں آئی ہوئی جاتی رہتی ہے اور بسا اوقات وہ ناکامی سے بچ سکتا تھا مگر کوشش نہیں کرتا۔ پس صحیح اندازہ کامیابی کے لئے نہایت ضروری ہے کوئی حقیقت ہی اس کے لئے ضروری نہیں جس پر قائم ہو بلکہ اس کا صحیح علم بھی ضروری ہے۔

آج کا دن عید کا دن کہلاتا ہے اور جس دن کو خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے عید کا دن[2] قرار دیا جائے کون ہے جو کہے وہ عید کا دن نہیں ہے لیکن باوجود اس کے کہ یہ عید کا دن ہے پھر بھی خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت ہو سکتا ہے کہ بعض کے لئے یہ عید کا دن ہو اور بعض کے لئے نہ ہو۔ دیکھو عمدہ غذاؤں کے عمدہ ہونے میں شک ہی کیا ہو سکتا ہے اور طیّب غذاؤں کے طیّب ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔ پھر جن غذاؤں کو خدا تعالیٰ نے جسم کو قوت

دینے کے لئے پیدا کیا ہے کون ہے جو ان کی اس صفت سے انکار کر سکے۔ مگر باوجود اس کے کہ طیّب غذائیں جسم کو طاقت دیتی، صالح خون پیدا کرتی، جسم کو فربہ کرتی، دماغ کو قوت دیتی ہیں وہی غذائیں انسان کی اپنی حالت کے ماتحت ایسی ہو جاتی ہیں کہ انہیں کھا کر بیمار ہو جاتا ہے۔ دودھ کیسی اعلیٰ درجہ کی غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر انسان کے لئے بہت فوائد رکھے ہیں۔ قرآن کریم میں اس کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ سب سے زیادہ ہضم ہونے والی اور نہایت عمدگی سے جسم میں جذب ہونے والی غذا ہے [۳] لیکن یہی دودھ کسی بیماری اور جسمانی نقص کی وجہ سے مضر ہو جاتا ہے۔ میرا ہی ذاتی تجربہ ہے۔ مجھے دودھ کسی صورت میں نہیں پچ سکتا۔ چند دن اگر طبیعت کو مجبور کر کے استعمال کروں تو بخار ہو جاتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے ایک سال پہلے سے میری یہی حالت چلی آتی ہے۔ ۱۹۰۷ء میں میں بیمار ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے حکم دیا کہ چھ ماہ تک میں دودھ یا شامی کباب خشکہ کے ساتھ کھانے کے سوا اور کچھ نہ کھاؤں پیؤں۔ اس کے بعد مجھے دودھ سے قدرتی طور پر تنفّر پیدا ہو گیا اور اگر میں استعمال کروں تو بخار ہو جاتا ہے گلا پک جاتا ہے، نزلہ ہو جاتا ہے اس سارے عرصہ میں صرف ایک دفعہ ایسا ہوا ہے کہ دودھ مجھے پچنے لگا اور وہ اس طرح کہ میں حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں ایک دفعہ سیر کے لئے **پھیرو چیچی** [۴] کی طرف گیا۔ ہم دریا [۵] پر سے پھر کر واپس آ رہے تھے کہ ایک احمدی بھائی نے دودھ کا پیالہ پیش کیا اور اصرار کیا کہ میں پی لوں۔ میں نے ہر چند انکار کیا مگر اس نے نہ مانا آخر میں نے شیخ یعقوب علی صاحب [۶] اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب [۷] سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ میری مدد کریں اور اس شخص کو سمجھائیں کہ میں تکلّف نہیں کرتا بلکہ مجھے دودھ پینے سے تکلیف ہو جاتی ہے۔ انہوں نے بھی سمجھایا مگر اس نے کسی کی نہ مانی اور یہی اصرار کیا کہ میری خاطر آپ ایک گھونٹ ہی پی لیں۔ میں نے خیال کیا اگر میں انکار پر ہی قائم رہا تو اس کی دل شکنی ہو گی اور ایک گھونٹ کیا پینا ہے میں نے یہ یقین کرتے ہوئے کہ ضرور بیمار ہو جاؤں گا سارا پیالہ ہی پی لیا۔ مگر اس کا ایسا اثر ہوا کہ نہ صرف وہ دودھ ہضم ہو گیا بلکہ اس کے بعد چھ ماہ تک مجھے دودھ پچتا رہا۔ مگر یہ خاص واقعہ خاص حالات کے ماتحت ہوا اور پھر وہی حالت ہو گئی تو دودھ جیسی اعلیٰ غذا بھی انسان کو نہیں پچ سکتی۔ بعض لوگ گوشت نہیں کھا سکتے بعض گھی نہیں ہضم کر سکتے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اعلیٰ غذائیں نہیں ہیں۔ ہیں اور ضرور ہیں مگر بعض کے حالات کے ماتحت ان کے لئے

اعلیٰ نہیں رہتی۔
پس یہ بالکل صحیح بات ہے کہ انسان کے قلب کی حالت اور اس کے وجود میں جو تغیر پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کی وجہ سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیرونی چیزیں جو اچھی ہوتی ہیں اس سے مل کر بُرا نتیجہ پیدا کرتی ہیں اور کبھی ایسی چیزیں جو بُری ہوتی ہیں اس سے مل کر اچھا نتیجہ پیدا کر دیتی ہیں۔ دیکھو وہی خدا تعالیٰ کی کتاب جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اس میں شفا اور رحمت اور بیّنات ہیں [۸] اسے بعض لوگ جب پڑھتے ہیں تو اس میں انہیں عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ عیب قرآن کریم میں نہیں مگر جن کی بینائی میں فرق ہوتا ہے ان کو عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں دیکھو وہ شیطان جس کا کام انسانوں کے دلوں میں شُبہے ڈالنا' وسوسے پیدا کرنا اور نیکی سے محروم کرنا ہے اس کے متعلق رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں وہ مجھے نیک باتیں کہتا ہے۔ [۹] اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی نیکی اتنی ترقی کر گئی تھی کہ اگر کوئی بُری بات بھی آپؐ کے کان میں پڑتی تو وہ اچھی ہو جاتی تھی۔
اس کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک واقعہ سے بھی ملتی ہے۔ وہ کہیں جا رہے تھے کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ تھے کہ راستہ میں کُتّا مرا پڑا تھا۔ ساتھیوں نے کہا کیا بدصورت جانور ہے کتنی بدبو آ رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا دیکھو اس کے کیسے خوبصورت دانت ہیں۔ [۱۰] بات یہ ہے کہ جس کے اپنے اندر خوبی ہو' اسے بُرائی میں بھی خوبی کا پہلو ہی نظر آتا ہے اور جس کے اندر عیب ہو وہ اچھی باتوں میں بھی عیب ہی دیکھتا ہے اس لئے اگر اچھے انسان کی نظر بُری چیز پر پڑے تو وہ اس میں سے بھی اچھائی اخذ کرلیتا ہے اور بُرے کی نظر اگر اچھی چیز پر بھی پڑے تو اسے بُرائی ہی نظر آتی ہے۔ پس یہ ایک عام قانون ہے کہ اچھی چیزیں بُری سے مل کر بُری ہو جاتی ہیں اور بُری اچھوں سے مل کر اچھی ہو جاتی ہیں۔ پس عید بے شک عید ہے اور اس کے عید ہونے میں شُبہ نہیں مگر سوال یہ ہے کہ ہم پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ دودھ دودھ ہی ہے مگر مجھے اس کے پینے سے تکلیف ہو جاتی ہے' گھی بے شک اچھی غذا ہے مگر کئی لوگوں کے معدے اسے ہضم نہیں کرسکتے' گوشت اچھی غذا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کی تعریف کی ہے [۱۱] مگر کئی لوگوں کو اس سے بواسیر ہو جاتی ہے۔ پس عید خوشی کا دن ہے۔ مگر کیا ہر ایک کے لئے خوشی کا دن ہے ہر ایک کے لئے تو قرآن بھی ہدایت نہیں ہے۔ کیا عید قرآن کریم سے بھی بڑھ کر ہے قرآن تو شروع سے لے کر اخیر تک ہدایت ہی ہدایت ہے جس کا

ایک ایک لفظ شفا اور رحمت ہے۔ پھر کیا یہی قرآن لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کے نزدیک گمراہی کا موجب نہیں ہے۔ پس کوئی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ عید قرآن کریم سے بھی بڑھ کر مبارک ہے کہ ہر ایک کے لئے خوشی کا موجب ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم انسان کی قلبی حالت کے مطابق اس کے لئے شفا اور ہدایت بنتا ہے اسی طرح عید بھی کسی کے لئے عید ہوتی ہے اور کسی کے لئے نہیں ہوتی۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کس کے لئے عید بنتی ہے اور کس کے لئے نہیں بنتی۔ اس کے لئے ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ عید میں سب سے بڑی خوشی کا موجب کیا چیز ہوتی ہے۔ جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عید میں خوشی کا موجب اجتماع ہوتا ہے' دوست ایک دوسرے سے ملتے ہیں' اس دن کاروبار بند کر دیتے ہیں' اکٹھے چلتے پھرتے ہیں اور بنی نوع میں خدا تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہے کہ جب وہ اپنے بھائیوں کو اکٹھے دیکھے تو خوشی محسوس کرے اس لئے جب انسان اکٹھے ہوتے ہیں تو خوشی اور دل بستگی حاصل کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ میلے ہوں یا اجتماع ان میں خوشی کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ تو اجتماع کی خوشی فطرت میں ایسی رکھی گئی ہے کہ جب انسان اجتماع میں ہوتا ہے تو لذت اور آرام محسوس کرتا ہے اور اس کا نتیجہ ظاہری خوشی ہوتی ہے پس حقیقی خوشی اجتماع کی وجہ سے ہوتی ہے دیکھو جن کو حقیقی اجتماع میسر آتا ہے انہیں حقیقی خوشی ہوتی ہے اور جنہیں یہ میسّر نہیں ہوتا ان کے لئے کوئی خوشی خوشی نہیں ہوتی۔ جن عورتوں کے بچے گھروں میں ہوتے ہیں وہ عید کے دن خوشی مناتی ہیں لیکن جن کے پاس ان کے بچے نہ ہوں انہیں عید کے دن ہر چیز دیکھ کر رقّت آجاتی ہے۔ وہ دوسروں کو سیویاں کھلا رہی ہوتی ہیں مگر ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کو کپڑے پہناتی ہیں مگر خود رنج و الم میں ڈوبی ہوتی ہیں۔ چونکہ خوشی کے ساتھ انہیں رنج پہنچا ہوتا ہے اس لئے ان کے لئے عید نہیں ہوتی۔ پھر کسی کے گھر کوئی مرجائے تو وہ کیوں عید نہیں کرتے اسی لئے کہ وہاں اجتماع نہیں رہا بلکہ جُدائی ہو گئی ہے اور جُدائی کی وجہ سے اس گھر والوں کو خوشی نہیں ہو سکتی۔ پس جب عید کی خوشی اصل اجتماع سے ہے تو سوال یہ ہے کہ عید کی خوشی کا حق ان لوگوں کو کہاں میسّر ہے جنہیں حقیقی اجتماع حاصل نہیں ہوا۔

درحقیقت انسان کی پیدائش پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ انسان دو اجتماعوں کے

لئے پیدا کیا گیا ہے اس کی دو غرضیں اور دو مقصد ہیں جو مذہب پیش کرتا ہے۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ سے اجتماع ہو اور دوسرا یہ کہ بنی نوع انسان سے اجتماع ہو۔ [۱۲] خدا تعالیٰ کے ساتھ اجتماع کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان سے ملے اور اس کے ساتھ ایک ہو جائے۔ پس حقیقی عید اسی کی ہے جس کا خدا تعالیٰ سے وصال اور اجتماع ہو گیا۔ جسے یہ حاصل نہیں اس کے لئے کوئی عید نہیں کیونکہ وہ ہستی جو کبھی فنا ہونے والی نہیں وہ اللہ ہی کی ذات ہے۔ [۱۳] دوسری تمام ہستیاں ایسی ہیں کہ جن سے اگر آج جوڑ ہوا تو کل افتراق ہو گیا۔ بعض دفعہ موت ایسے انسانوں کو جُدا کر دیتی ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ اگر فلاں وجود مجھ سے جُدا ہو گیا تو میں ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکوں گا مگر جس سے اسے اس قدر محبت ہوتی ہے وہ مرجاتا ہے اور پھر یہ زندہ رہتا ہے۔ وہ وجود کہ جس کے متعلق ایک انسان خیال کرتا ہے جہاں اس کا پسینہ گرے گا وہاں میں اپنا خون گراؤں گا اور خیال کرتا ہے کہ اس سے میرا الگ ہونا میرے لئے موت ہے مگر وقت آجاتا ہے کہ اسے الگ ہونا پڑتا ہے اس کا محبوب دنیا سے چلا جاتا ہے اور وہ زندہ رہتا ہے۔ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی سے کسی کو کیا محبت ہوگی جو صحابہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی۔ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ سے تھی۔ [۱۴] اس کا اندازہ دنیوی رشتوں اور تعلقات کی بناء پر لگایا ہی نہیں جا سکتا۔ کس طرح صحابہ اپنے دوست، رشتہ دار، وطن اور جائدادیں چھوڑ کر آپؐ کے پاس آگئے تھے۔ [۱۵] اور کس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ایک نظر ڈالنے سے دنیا و **مَافِیْھَا** بھول جاتے تھے۔ [۱۶] لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے اور وہ آپؐ کے عشق و محبت میں چور جو سمجھتے تھے کہ آپؐ کی جدائی میں ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکیں گے زندہ رہے۔ اور دس، بیس، تیس، چالیس سال تک زندہ رہے۔ بے شک رسول کریم صلی اللہ و آلہ وسلم کی ذرا ذرا سی بات کو یاد کر کے ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے اور بلاشُبہ آپؐ کی محبت اور پیار کے سلوک کو یاد کر کے ان کے لئے دنیا تلخ ہو جاتی تھی۔ مگر باوجود اس کے مرتے نہیں تھے، زندہ رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آتا ہے کہ آپ جب چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھاتیں تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ ایک عورت بیان کرتی ہے ایک دن میں نے دیکھا عائشہ رضی اللہ عنہا روٹی کھا رہی ہیں اور رو رہی ہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہوا تو انہوں نے کہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آٹا چھاننے کا سامان نہ ہوتا تھا۔ میں گیہوں کوٹ کر آپ کو روٹی پکا دیتی تھی۔ اب مجھے یہ خیال آرہا ہے کہ

آپؐ کی زندگی میں بھی ایسا آٹا ہوتا تو میں آپؐ کو اس کی روٹی پکا کر کھلاتی۔ ۱۷؎ اس سے ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ کی جدائی کی وجہ سے لقمے حلق میں پھنستے، کھانا نہ کھایا جاتا مگر پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس، چالیس سال تک زندہ رہیں۔ ۱۸؎

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ جو رسول کریم ﷺ کے ایک ایک اشارہ سے نتیجہ اخذ کرنے والے تھے اور جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ کیسی مبارک ۱۹؎ سورۃ نازل ہوئی ہے کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا تو صحابہؓ بہت خوش ہوئے مگر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کو کیا ہو گیا۔ خدا کا رسولؐ خوشی اور فتح کی خبر دیتا ہے اور آپ رو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا تم نہیں جانتے۔ خدا کے رسول اسی وقت تک دنیا میں رہتے ہیں جب تک ان کا کام ہوتا ہے اگر فتح آ گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کا زمانہ بھی آ گیا۔ ۲۰؎ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے۔ ۲۱؎ اور حضرت ابوبکرؓ کی جان ساتھ نہ نکل گئی۔ گو وہ موت کو زندگی سے بہتر سمجھتے تھے مگر یہ حالت ان کو مار نہ سکی۔

پھر حضرت عمرؓ کا کیا حال ہوا رسول کریم ﷺ کی وفات پر۔ ۲۲؎ مگر کیا وہ آپؐ کے ساتھ مر گئے۔ مرے نہیں تھے بلکہ ایک عرصہ تک بعد میں زندہ رہے اور جو کام ان کے لئے مقدر تھا وہ کر کے فوت ہوئے۔ ۲۳؎ تو خواہ کسی کو کسی سے کتنی محبت ہو ساتھ مرتا نہیں اور خدا تعالیٰ کا قانون جُدائی ڈال دیتا ہے جو برداشت کرنی پڑتی ہے۔

اب اس زمانہ میں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ کے دیکھنے والوں کو آپ سے جو محبت تھی اس کا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے جو بعد میں آئے۔ یا جن کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں عمر چھوٹی تھی مگر مجھے خدا تعالیٰ نے ایسا دل دیا تھا کہ میں بچپن سے ہی ان باتوں کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے ان لوگوں کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اندازہ لگایا ہے جو آپ کی صحبت میں رہے۔ میں نے سالہا سال ان کے متعلق دیکھا کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جُدائی کی وجہ سے اپنی زندگی میں کوئی لطف محسوس نہ ہوتا تھا اور دنیا میں کوئی رونق نظر نہیں آتی تھی۔ حضرت خلیفہ اول جن کے حوصلہ کے متعلق جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ کتنا مضبوط اور قوی تھا وہ

اپنے غموں اور فکروں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے مگر انہوں نے کئی دفعہ جب کہ آپ اکیلے ہوتے اور کوئی پاس نہ ہوتا مجھے کہا میاں! جب سے حضرت صاحب فوت ہوئے ہیں مجھے اپنا جسم خالی معلوم ہوتا ہے اور دنیا خالی خالی نظر آتی ہے۔ میں لوگوں میں چلتا پھرتا اور کام کرتا ہوں مگر پھر بھی یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

آپ کے علاوہ کئی اور لوگوں کو بھی میں نے دیکھا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہے ان کی محبت اور عشق ایسا بڑھا ہوا تھا کہ کوئی چیز انہیں لطف نہ دیتی اور وہ چاہتے کہ کاش ہماری جان نکل جائے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملیں۔ مگر باوجود اس خواہش کے وہ زندہ تھے' مر نہیں گئے تھے۔

پس دنیا میں چیزیں خواہ کیسی ہی محبوب کیوں نہ ہوں ان سے جُدائی ہوتی ہے اور وہ برداشت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن ایک ایسی ہستی ہے جس سے کبھی جُدا نہیں ہونا پڑتا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس سے انسان جُدا نہیں ہو سکتا ممکن ہی نہیں کہ اس سے جُدا ہو سکے اور وہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ انسان اگر اپنی نادانی اور غفلت سے خدا تعالیٰ سے جُدا بھی ہونا چاہے تو بھی خدا تعالیٰ چونکہ محیط ہے ہر ایک چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس لئے انسان چاہے کتنا بھاگے' اس کے احاطہ سے بھاگ نہیں سکتا۔ ۲۴؎ خدا تعالیٰ اپنے علم اور فضل سے ہر جگہ موجود ہے اور جس طرح اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا احاطہ کیا ہوا تھا اسی طرح ابو جہل کا بھی کیا ہوا تھا۔ ہاں اس کی رحمت کئی شکلوں میں نازل ہوتی ہے کبھی تو اس کی رحمت فضل اور انعام کے ذریعہ نازل ہوتی ہے اور کبھی عذاب کے ذریعہ۔ تبھی تو خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ۲۵؎ اگر خدا تعالیٰ کا عذاب دینا بھی رحمت نہیں تو پھر رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ کس طرح ہوا۔ بات اصل میں یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی پر جو عذاب نازل ہوتا ہے وہ بھی چونکہ اس کی بھلائی اور بہتری کے لئے ہی ہوتا ہے اس لئے وہ بھی انعام اور فضل ہی ہوتا ہے کیونکہ بندہ خواہ کس قدر خدا تعالیٰ سے بھاگے وہ اسے نہیں چھوڑتا۔ دیکھو ابو جہل ۲۶؎ اپنی ساری کوششوں کے باوجود خدا تعالیٰ کے احاطہ سے بھاگ نہ سکا' اسی طرح فرعون ۲۷؎ بھی اپنی تمام سعی کے باوجود بھاگ نہ سکا' شداد ۲۸؎ اور نمرود ۲۹؎ نے بھی بھاگنے کی بہت کوشش کی مگر بھاگ نہ سکے کیونکہ وہ ایسی ہستی سے ملے ہوئے تھے جس سے جُدا نہیں ہو سکتے تھے مگر اس حالت میں تو وہ ہستی ان سے ملی ہوئی تھی وہ اپنی طرف سے نہ ملے ہوئے تھے

اور نہ اس کے لئے کوشش کرتے تھے۔

بات تو جب ہے کہ انسان بھی خدا تعالیٰ سے ملنے کی کوشش کرے۔ دیکھو اگر ماں بچہ سے محبت کرے لیکن بچہ اُس سے دُور بھاگے تو یہ ملاپ تو ہو گا مگر اس کے ساتھ ہی جُدائی بھی ہو گی۔ ماں کی طرف سے ملاپ ہو گا اور بچہ کی طرف سے جُدائی۔ مگر عید تب حقیقی عید بنتا ہے جب دونوں طرف سے ملاپ ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے ساتھ ہر حالت میں ملاپ رہتا ہے خواہ انسان فسق و فجور کرے' خواہ انبیاء کا انکار کرے حتیٰ کہ خدا کا بھی انکار کرے پھر بھی خدا تعالیٰ اسے نہیں چھوڑتا۔ وہ یہی کہتا ہے یہ میرا بندہ ہے میں اسے کیوں چھوڑوں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ وفا میں کامل اور محبت میں پورا ہے۔ کوتاہی اگر ہوتی ہے تو ہماری طرف سے ہی ہوتی ہے۔ مگر عید بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری طرف سے غفلت نہ ہو۔ جس طرح خدا تعالیٰ ہم سے ملا ہوا ہے ہم بھی اس سے ملیں۔ پس وہ عید جس کے لئے واقعہ میں خوشی کا موقع ہو سکتا ہے وہی ہے جو اپنے مالک اور اپنے پیدا کرنے والے کے حضور جا گرتا ہے اور کہتا ہے میں تمام جُدائیوں کو چھوڑ کر تیرے آگے آ گرا ہوں تو مجھے لے لے اور اپنے پاس رکھ لے۔ جب یہ حالت ہو جائے تب عید حقیقی عید کہلا سکتی ہے۔

پھر دوسری عید وہ عید ہے جب بنی نوع انسان آپس میں ملتے ہیں مگر ہر اجتماع خوشی کا موجب نہیں ہوتا۔ دو دشمن اگر ایک جگہ جمع ہوں تو انہیں خوشی نہیں ہو گی بلکہ عداوت اور بڑھ جائے گی۔ لوگ کہتے ہیں اگر دعوت کرنی ہے تو دو دشمنوں کو اکٹھا نہ کرو ورنہ دعوت کا مزا کرکرا ہو جائے گا۔ تو بے شک اجتماع سے خوشی ہوتی ہے مگر سچی خوشی تبھی ہوتی ہے جب دلوں کا اجتماع ہو۔ پس سچی اور حقیقی خوشی اسی قوم کے لئے ہو سکتی ہے جو دوسروں کو اپنے اندر شامل کرتی' ان کو جذب کر لیتی اور اپنے ساتھ ملا لیتی ہے۔ اور جو قوم دوسروں کو جذب نہیں کرتی اور یہ قابلیت اپنے اندر پیدا نہیں کرتی اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ عید منائے۔ میں پوچھتا ہوں وہ کس بات پر عید منا سکتی ہے۔ جب کہ اس کے بھائی اس سے جُدا ہوں اور اس کے بھائی ظلمت اور تاریکی میں پڑے ہوں۔ پس دوسری عید انہی لوگوں کو منانے کا حق حاصل ہو سکتا ہے جو دن رات اس کوشش میں لگے ہوں کہ اپنے بھائیوں کو کھینچ کر اپنے ساتھ ملا لیں۔ دیکھو دُنیوی طور پر یورپ کے لوگوں میں کھینچنے اور جذب کرنے کی طاقت ہے وہ عید منا رہے ہیں یا نہیں؟ ساری دولت کھینچ کر لے جا رہے ہیں اور مزے اُڑا رہے ہیں۔ مگر یہ مادی طور پر کھینچنا

ہے اسے سچی عید نہیں کہہ سکتے۔ سچی عید روحانی طور پر کھینچنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔
اس بات کو مدنظر رکھ کر اگر غور کرو تو معلوم ہو گا کہ عید منانے کا استحقاق صرف احمدی جماعت کے لئے ہی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا دروازہ جو بند پڑا تھا اس کے لئے کھول دیا ہے [۳۱] اور پھر ہمارے لئے ممکن بنا دیا ہے کہ ہم دنیا کو کھینچ کر اپنے ساتھ ملا لیں۔ لوگ کس طرح کھینچ سکتے ہیں روحانیت کے ذریعہ یا دلائل سے۔ اور دنیا سے روحانیت مفقود ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سچا تعلق پیدا کیا۔ اور حقیقی دلائل بھی موقوف ہو چکے ہیں سوائے اس کے کہ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چشمہ سے پانی پیا۔ عیسائیت اگر لوگوں کو کھینچ رہی ہے تو دنیوی زیب و زینت کی وجہ سے ورنہ کون سے دلائل ہیں عیسائیت کے پاس جو دلائل کہلا سکنے کے مستحق ہیں۔ یہی حال ہندوازم' آریہ دھرم' بدھ مذہب' سکھ دھرم وغیرہ کا ہے۔ پھر مسلمان کہلانے والوں کے پاس کیا ہے۔ قرآن کریم دنیا میں موجود ہے مگر ان کے لئے بند پڑا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمارے لئے ہی کھولا گیا ہے۔ [۳۲]
پس اگر خدا تعالیٰ سے اجتماع کا امکان ہے تو ہمارے لئے ہی ہے اور اگر دنیا کو اپنے ساتھ ملا لینے کا امکان ہے تو وہ بھی ہمارے لئے ہی ہے۔ آگے یہ ہماری ہمتوں اور ارادوں پر منحصر ہے کہ اس بارے میں ہم کیا کرتے اور کس قدر کامیابی حاصل کرتے ہیں مگر بہرحال ہمارے لئے امکان ہے اوروں کے لئے یہ بھی نہیں۔ اگر سچی عید حاصل ہو سکتی ہے تو احمدیوں کو ہی ہو سکتی ہے۔ باقی یہ ہمارا کام ہے کہ جو دیوار ہمارے راستہ میں ہے اسے توڑ دیں اوروں کے لئے ممکن نہیں جب تک وہ بھی احمدیت میں داخل نہ ہو جائیں اور ان دلائل کو اخذ نہ کر لیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں۔ ہم میں سے بہت ہیں جنہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے حقیقی عید میسر ہے۔ خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔ [۳۳] اور خدا تعالیٰ نے ان میں وہ قوت اور طاقت رکھ دی ہے جس سے بنی نوع انسان کو کھینچ رہے ہیں۔ مگر ابھی بہت سے ایسے ہیں جن سے خدا تعالیٰ راضی نہیں ہوا اور انہوں نے خدا تعالیٰ کو راضی نہیں کیا وہ لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش نہیں کرتے۔ پس میں سب دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس کے لئے کوشش کریں تا خدا تعالیٰ ان کے لئے سچی عید لائے۔ اور جس طرح بڑوں کے لئے عید حقیقی عید ہے اسی طرح چھوٹوں کے لئے بھی ہو اور

ہمیشہ کی عید ہو۔ آج کی عید تو صبح آئی اور شام کو چلی جائے گی مگر دوسری عید ہمیشہ ہمیش رہتی ہے اور اس کا انسان کی موت سے بھی خاتمہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں اور ترقی ہو جاتی اور اس کی خوبیاں بڑھ جاتی ہیں۔ اس عید کا مزا ہماری جماعت کے کئی لوگوں نے چکھا ہے اور ان کو بطور نمونہ خدا تعالیٰ نے پیدا کیا۔ مثلاً حضرت خلیفہ اول تھے آپ کے متعلق الہام میں خدا تعالیٰ نے بتایا۔

چہ خوش بودے اگر ہریک زاُمّت نورِ دیں بودے [۳۴]

آپ کا نام نور دین تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے واقعہ میں آپ کو نور دین بنا دیا۔ اسی طرح ہماری جماعت کے کئی اور لوگوں نے اپنی جانیں دے کر بتا دیا کہ دین کے مقابلہ میں دنیا کی انہیں کوئی پروا نہیں ہے۔ پانچ نے تو یہ ثبوت پیش کر دیا۔ [۳۵] مگر یہی نہیں کہ یہ پانچ ہی ایسے تھے۔ ان کو موقع مل گیا اور انہوں نے ایسا کیا۔ ورنہ ہزاروں ایسے انسان موجود ہیں کہ اگر انہیں موقع ملے تو پہلوں سے بھی بڑھ کر نمونہ دکھائیں گے مگر یہ خدا تعالیٰ کی دین ہے جس کو چاہے چُن لیتا ہے۔

پس سب لوگوں کو چاہئے کہ سچی عید کے لئے کوشش کریں تا دنیا جو سمجھتی ہے کہ ہم مر رہے ہیں پس رہے ہیں دیکھ لے کہ ہم زندہ ہیں اور کامیابی کا دروازہ صرف ہمارے لئے کھلا ہے۔ درحقیقت اگر زندگی کی مستحق ہے تو ہماری ہی جماعت ہے اور مرنے اور مٹنے کے مستحق دوسرے لوگ ہیں۔ دیکھو موت اس کے لئے ہوتی ہے جو جنگل میں پڑا ہو اور اس کے قریب کہیں پانی نہ ہو۔ لیکن جو چشمہ کے کنارے بیٹھا ہو وہ پیاس سے نہیں مر سکتا۔ اگر ہم میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے چشمہ سے پانی نہیں پیا تو چشمہ تو ان کے پاس ہے۔ جب ہاتھ بڑھائیں گے چشمہ سے سیراب ہو جائیں گے مگر جن کے پاس چشمہ ہی نہیں وہ کیا کر سکتے ہیں۔ پس ہمارے لئے صرف ہاتھ بڑھانے کی دیر ہے خدا تعالیٰ کا فضل ہمارے لئے آ سکتا ہے۔ سچی کامیابی ہمارے لئے مقدّر ہے۔ آگے تھوڑی سی کوشش کی ضرورت ہے۔ وہ دشمن ہم پر کیا ہنس سکتا ہے جو خود سُراب پر بیٹھا ہے۔ کیا سُراب پر بیٹھنے والے کا حق ہے کہ چشمہ پر بیٹھنے والے پر ہنسے۔ اس کے لئے تو رونے کا مقام ہے کیونکہ وہ سُراب پر بیٹھا ہوا سمجھتا ہے کہ پانی کے کنارے بیٹھا ہے حالانکہ وہ پانی نہیں ہے۔ پس دوستوں کو ہر قسم کی مایوسیوں اور ناامیدیوں کو دل سے نکال دینا چاہئے۔ میں ان لوگوں کی عقل پر حیران ہوتا ہوں جو کہتے ہیں لوگ ہماری

باتیں سنتے نہیں۔ اگر لوگ ہماری باتیں سننے کے لئے تیار نہیں تو پھر خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیوں کیا ہے کہ وہ ساری دنیا کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے قدموں پر لا کر ڈال دے گا۔ ۳۶ خدا تعالیٰ زیادہ جانتا ہے یا تم۔ جب خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا ہے تو معلوم ہوا دنیا حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کو ماننے کے لئے تیار ہے۔ پس تم لوگ مایوسیوں اور ناامیدیوں کو اپنے دلوں سے نکال دو۔ تمہارے لئے اور صرف تمہارے لئے عید کا دن مقرر ہو چکا۔ پھر کیا کوئی عید مناتے ہوئے بھی رویا کرتا ہے۔ دوسری قوموں کے لئے عید نہیں وہ جتنا ماتم کریں کر سکتی ہیں مگر تمہارے لئے خوشی کا دن ہے تمہیں عید منانی چاہئے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص عید کے دن روزہ رکھتا ہے وہ شیطان ہے۔ ۳۷ اس کے یہی معنی ہیں کہ جو عید نہیں مناتا وہ شیطان ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے خوشیوں کی گھڑیاں رکھی ہیں اور کامیابی کے وعدے دیئے ہیں تو پھر جو ناامید ہوتا ہے وہ شیطان بنتا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں تم مایوسیوں اور ناامیدیوں کو اپنے دل سے نکال دو کیونکہ خداوند خدا جس کے ہاتھ میں سب دنیا ہے وہ کہتا ہے کہ تمہیں دنیا میں بڑھائے گا اور تباہ ہونے سے بچائے گا۔ ۳۸ کیا تمہارے خیال سچے ہیں' یا خدا تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں بے شک تمہاری غفلت' سستی اور کوتاہی سے کامیابی کے حاصل ہونے میں دیر ہو سکتی ہے اس میں التوا ہو سکتا ہے مگر وہ دن' وہ کامیابی اور کامرانی کا دن جو تمہارے لئے مقدر ہو چکا ہے ہمیشہ کے لئے پیچھے نہیں ڈالا جا سکتا۔ وہ ایک دن کے لئے دو دن کیلئے پیچھے ڈالا جا سکتا ہے ہمیشہ کیلئے نہیں کیونکہ اگر وہ دن نہ چڑھے تو خدا تعالیٰ کے وعدے جھوٹے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں غلط ہوں گی مگر ہم جھوٹے ہو سکتے ہیں' ہمارے علم جھوٹے ہو سکتے ہیں' ہمارا عرفان' ہمارا تجربہ جھوٹا ہو سکتا ہے مگر خدا اور خدا کا رسول ﷺ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی ہر چیز جھوٹی ہو سکتی ہے ہمارے اپنے وجود وہم ہو سکتے ہیں مگر خدا کے وعدے کبھی جھوٹے نہیں ہو سکتے۔

پس میرے دوستو اٹھو اور خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے جو عید بنائی ہے اسے مناؤ۔ یہ بھی عید ہے جو آج منائی جا رہی ہے مگر اس کے مقابلہ میں وہ بہت بڑی عید ہے جو خدا نے تمہارے لئے رکھی ہے۔ دیکھو' پیتل' تانبے کے زیور بھی ہوتے ہیں اور انہیں مال سمجھا جاتا ہے مگر سونے کے زیوروں کے مقابلہ میں انہیں جھوٹے زیور کہتے ہیں حالانکہ وہ مفت نہیں ملتے ان کی بھی قیمت ہوتی ہے اسی طرح یہ عید بھی بے شک عید ہے مگر اصل عید کے مقابلہ میں ایک

بے حقیقت چیز ہے۔ تم اس کے لئے تو تیاریاں کرتے ہو مگر کیا ہی افسوس کی بات ہے اصل عید کے لئے تیاری نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ نے تم میں اپنا ایک نبی بھیجا مگر تم میں بہت سے ایسے ہیں جو ابھی تک ناامیدیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر تم اس پیتل کے زیور کو خوشی سے قبول کرتے ہو تو سونے اور جواہرات کے زیوروں کو کیوں رد کرتے ہو۔ ان کی ایسی قدر کرو جس کے وہ مستحق ہیں۔ اپنے دلوں میں وہ محبت پیدا کرو کہ ہم خدا تعالیٰ سے مل جائیں اور لوگوں کے دلوں میں وہ محبت پیدا کرو کہ ہم سے مل جائیں تاکہ دنیا سے افتراق دور ہو۔ تاوہ خوشی کا دن آئے جو آسمان پر ہمارے لئے مقدر ہو چکا ہے اور سچے دل سے کہو اے خدا! تیری بادشاہت جس طرح آسمان پر ہے زمین پر بھی ہو۔ [۹] مگر نہ ان معنوں میں جن میں عیسائی کہتے ہیں بلکہ ان معنوں میں جن میں انبیاء کہتے چلے آئے ہیں۔

اب میں دعا کروں گا کہ خدا تعالیٰ ہمارے لئے حقیقی عید لائے۔ ہماری تاریک راتوں کو روشن دنوں سے بدل دے اور ہماری سستیوں اور کوتاہیوں کو دور کر دے۔

(الفضل ۲۷۔اپریل ۱۹۲۶ء)

---

[۱] "عسٰی ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم و عسٰی ان تحبوا شیئًا وھو شر لکم" البقرة:۲۱۷

[۲] صحیح بخاری کتاب العیدین باب سنة العیدین لاھل الاسلام

[۳] النحل:۶۷

[۴] تحصیل و ضلع گورداسپور کا ایک گاؤں جو قادیان کے شمال مشرق کی طرف سات آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

[۵] دریائے بیاس

[۶] ۱۸۷۵ء۔ ۱۹۵۷ء۔ بیعت ۱۸۸۹ء

[۷] ۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۰ء۔ بیعت ۱۸۸۹ء

[۸] یونس:۵۸' البقرة:۱۸۶

[۹] صحیح مسلم کتاب صفة القیامة والجنة والنار باب تحریش الشیطٰن وبعثه سرایاه لفتنة الناس۔

۱۰

۱۱ البقرة: ۵۸، ۶۲

۱۲ الذّٰریٰت: ۵۷، النسآء: ۳۷، ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۶، صفحہ ۹۶، صفحہ ۱۸۴، صفحہ ۱۸۵، ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۴۷۔ براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۲ و صفحہ ۲۲۵ حاشیہ ۱۱: اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰

۱۳ الرّحمٰن: ۲۷-۲۸

۱۴ اٰل عمران: ۱۶۰، التوبہ: ۱۲۸، شمائل ترمذی باب ماجاء فی صفة مزاح رسول الله صلی الله علیه وسلم

۱۵ صحیح بخاری کتاب الهجرة۔ سیرة الامام ابن ہشام الجزء الاول صفحہ ۱۶۳ تا ۱۷۴۔ السیرة الحلبیة جلد ثانی صفحہ ۶

۱۶ سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب یستجن بالا مام فی العهود، ترمذی ابواب الزهد بحوالہ اسوہ صحابہ حصہ اول صفحہ ۲۷ مصنفہ مولانا عبدالسلام ندوی مطبوعہ اعظم گڑھ بھارت ۱۹۵۰ء

۱۷ ترمذی ابواب الزهد باب ماجاء فی معیشة النبی صلی الله علیه وسلم۔ طبقات ابن سعد (اردو) جلد ۳ صفحہ ۱۸۸ و شمائل ترمذی صفحہ ۱۰

۱۸ حضرت امیر معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں ۱۷۔ رمضان ۵۸ھ کو فوت ہوئیں۔ (طبقات کبیر مصنفہ محمد بن سعد کاتب الواقدی ۸/۵۵)

۱۹ سورۃ النصر

۲۰ صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر۔ تفسیر کشاف الجزء الثالث زیر سورة النصر صفحہ ۲۹۳ مصنفہ علامہ الزمخشری طبع ۱۳۱۹ھ

۲۱ ۱۲ ربیع الاول بروز پیر ۱۱ھ (مطابق ۸۔ جون ۶۳۲ء) طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ دار المعارف مصر ۱۹۲۲ء

۲۲ صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکرؓ۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی و وفاته۔ سیرة الامام ابن ہشام

الجزء الثالث۔ صفحہ۹۹۔۱۰۰

۲۳۔ حضرت مغیرہ بن شُعبہ کے غلام ابولؤلؤفیروز کے ہاتھوں ۲۸۔ زوالحجہ ۲۳ھ بروز بدھ صبح کی نماز میں شدید زخمی ہوئے۔ یکم محرم ۲۴ھ بروز ہفتہ وفات پائی۔

۲۴۔ **الرحمٰن:۳۴**

۲۵۔ **الاعراف:۱۵۷**

۲۶۔ ابوجہل بن ہشام جس کا نام عمرو ہے اور پہلے اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ سیرت ابن ہشام ترجمہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی صفحہ ۱۲۹

۲۷۔ فرعونِ مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ حضرت موسیٰ کے زمانۂ نبوت کا فرعون **منفتاح بن رعمسیس** تھا جو بنی اسرائیل کا تعاقب کرتا ہوا نیل میں غرق ہو گیا۔ جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۸ صفحہ ۵۰۰۔ بعض نے اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان بھی بتایا ہے۔(فرہنگ آصفیہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۵)

۲۸۔ مصرواِرم کا بادشاہ اور خدائی کا دعویدار تھا۔ بہشت کی جگہ باغِ اِرم اس نے بنوایا تھا۔ اور اس میں خوبصورت عورتیں اور مرد چھوڑ رکھے تھے۔ اس کو دیکھنے گیا تو گھوڑے کی رکاب سے اترنے نہ پایا تھا کہ مرگیا۔

(فرہنگ آصفیہ جلد ۳ صفحہ ۱۷ ازیر لفظ شداد)

۲۹۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کا انتہائی ظالم بادشاہ جس نے آگ کی پرستش کی بنیاد رکھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا۔

(جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۹ صفحہ ۳۱۰)

۳۰۔ **ترمذی ابواب الزھد باب فی حسن الظن باللّٰہ**

۳۱۔ نسیم دعوت صفحہ ۸۲ کشتی نوح صفحہ ۳۰

۳۲۔ ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۴، جلد ۶ صفحہ ۱۶۷، ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۲۔۳۵۶، ۳۶۴۔۳۶۷

۳۳۔ **الجمعة:۴**، **المائدة:۱۲۰**، تذکرہ **صفحہ** ۵۰۷، ۶۸۸

۳۴۔ نشانِ آسمانی صفحہ ۶۷ مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ۔ ربوہ

۳۵۔ یہ پانچ شہدائے کابل کی طرف اشارہ ہے جن میں پہلے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب تھے جو ۱۹۰۱ء میں شہید ہوئے۔

(روحانی خزائن۔ تذکرہ الشہادتین صفحہ ۴۷، ۴۸ جلد ۲۰)

دوسرے حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب جو ۱۴۔ جولائی کو شہید ہوئے۔

(روحانی خزائن تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۹ جلد ۲۰)

تیسرے حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی تاریخ شہادت ۳۱۔ اگست ۱۹۲۴ء (الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۲۴ء)

چوتھے اور پانچویں مولوی عبدالحلیم صاحب اور قاری نور علی صاحب ۱۱۔ رجب ۱۳۴۳ھ کو شہید کئے گئے۔ (الفضل ۲۱۔ فروری، ۳۔ مارچ ۱۹۲۵ء)

۳۶ روحانی خزائن (تذکرۃ الشہادتین) صفحہ ۶۷ جلد ۲۰

۳۷

۳۸ الوصیت صفحہ ۳۔ ۱۴ و ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۲۸۔ ۱۲۹

۳۹ متی باب ۶ آیت ۱۰۔ ۱۱